اصول الشاشی کا تعارف

محمد مبشر رضا

علمِ اصولِ فقہ وہ جلیل القدر فن ہے جس کے دامن میں شریعتِ مطہرہ کے وہ باریک و دقیق اسرار پنہاں ہیں۔۔۔ جن سے احکامِ الٰہیہ کی تعبیر و تفہیم کا چراغ روشن ہوتا ہے، اور عقل و نقل کے درمیان ایک منظم و مہذب رابطہ قائم ہوتا ہے۔۔ یہ وہ علم ہے جس کی بدولت قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ، احادیثِ نبویہ کے گہرے معانی، اور اجماعِ امت کے محکم اصولوں سے احکامِ شرعیہ کا استخراج کیا جاتا ہے۔۔۔ گویا یہ علم دینِ متین کا میزان، فہمِ شریعت کی کنجی اور اجتہاد کی اساس ہے۔ اسی عظمت و جلالت کے پیشِ نظر اہلِ علم نے ہر دور میں اس علمِ شریف کی خدمت کو اپنا سرمایۂ افتخار جانا اور اس میں بے شمار کتبِ نادرہ تصنیف فرمائیں۔۔۔

تاریخِ علم کے اوراق جب الٹے جاتے ہیں تو سب سے پہلے جس مبارک تصنیف کی خوشبو محسوس ہوتی ہے وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب "**الرسالہ**" ہے۔۔۔ جو اس فن کی اولین منظم بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ پھر زمانہ آگے بڑھا، فکرِ اصولی نے ترقی کی منازل طے کیں۔ اور ہر خطۂ زمین میں اہلِ علم نے اس فن کو نئے اسلوب، نئی ترتیب اور نئے استدلال کے ساتھ آگے بڑھایا۔ کوفہ و بغداد سے لے کر ماوراء النہر تک اور وہاں سے برصغیر کے علمی مراکز تک یہ علم پھیلتا چلا گیا، یہاں تک کہ ہر مکتبِ فکر نے اس میں اپنی اپنی گراں قدر خدمات ثبت کیں۔۔۔

انہی علمی افق پر فقہِ حنفی کے درخشاں ستاروں میں ایک نام نہایت وقار و تمکنت کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے، اور وہ ہے علامہ نظام الدین شاشی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے اس دقیق و عمیق فن کو ایک نہایت مختصر، جامع، منضبط اور پختہ اسلوب میں پیش فرمایا۔۔ جسے بعد کے اہلِ علم نے ہاتھوں ہاتھ لیا، دلوں میں جگہ دی، اور صدیوں تک اپنے مدارس کے نصاب میں شامل رکھا۔۔۔

آپ کی یہی گراں قدر تصنیف "**اصول الشاشی**" کے نام سے معروف ہوئی، جسے "**الخمسین فی اصول الدین**" کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں، اور اس نسبت کی ایک لطیف حکایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مصنف نے جب اس کتاب کی تکمیل فرمائی تو ان کی عمرِ مبارک پچاس برس تھی، لہٰذا اس عددِ مسعود کی نسبت سے اس نام نے بھی شہرت پائی۔۔۔

اصول الشاشی اپنے حجم کے اعتبار سے اگرچہ مختصر ہے، مگر اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے سمندر کی وسعت اور گوہرِ حکمت کی جامعیت رکھتی ہے۔ اس میں اصولِ فقہ کے بنیادی قواعد، ادلۂ شرعیہ کی ترتیب، دلالتِ الفاظ کے مباحث، قیاس واجتہاد کی باریکیاں، اور تعارض وترجیح کے اصول نہایت متین انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا اسلوب ایسا دلنشین اور منضبط ہے کہ مبتدی طالبِ علم کے لیے زادِ راہ بھی ہے اور ماہرِ فن کے لیے یاد دہانی کا سرمایہ بھی۔۔۔۔

برصغیر کے علمی مراکز خصوصاً ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان کے دینی مدارس میں اس کتاب کو جو قبولِ عام حاصل ہوا وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ صدیوں سے یہ کتاب درسِ نظامی کے نصاب میں شامل رہی ہے، اور اس پر شروح وحواشی کا ایک طویل سلسلہ قائم ہوا۔۔۔ جس نے اس کے دقائق کو مزید واضح اور اس کے مضامین کو مزید منور کر دیا۔ اہلِ علم نے اس کی خدمت کو باعثِ سعادت سمجھا اور ہر دور میں اس پر شرح وتحقیق کا قلم رواں رکھا۔۔۔

امام شاشی اور علمی روایت کا سنہرا دور

مصنفِ گرامی علامہ نظام الدین شاشی رحمہ اللہ کا شمار ساتویں صدی ہجری کے ممتاز فقہاء واصولیین میں ہوتا ہے۔ آپ کی نسبت "**شاش**" کی طرف ہے جو بلادِ ترک کا ایک قدیم علمی وجغرافیائی مرکز تھا، جہاں سے متعدد اہلِ علم نے رشد وہدایت کی قندیلیں روشن کیں۔۔۔۔ اگرچہ کتبِ تراجم میں آپ کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ ملتے ہیں، لیکن یہ امر مسلم ہے کہ آپ اپنے دور کے جلیل القدر حنفی علماء میں شمار ہوتے ہیں، اور آپ کی تصنیف نے آپ کے علمی مقام کو دوام بخش دیا۔۔۔۔

اسی صدی میں علم وفضل کے آسمان پر کئی اور ستارے بھی جگمگا رہے تھے۔۔ فقہِ شافعی میں آمدی اور بیضاوی، فقہِ مالکی میں ابن حاجب اور قرافی، اور فقہِ حنبلی میں ابن قدامہ مقدسی رحمہم اللہ جیسے اکابر اپنی تصانیف سے عالمِ اسلام کو منور کر رہے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب علمِ شریعت اپنے کمالِ ترتیب اور بلوغِ فکر کے ساتھ جلوہ گر تھا۔۔۔
"اصول الشاشی" کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض ایک درسی متن نہیں بلکہ حنفی اصولی فکر کا نچوڑ اور کئی صدیوں کی علمی روایت کا خلاصہ ہے۔ امام شاشی نے اس کتاب کی تالیف میں اپنے ذاتی ذوقِ اجتہاد پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنے سے پہلے کے ائمہ واکابر کے علمی خزائن سے بھرپور استفادہ کیا۔ سب سے پہلے تو آپ نے

قرآنِ مجید کی آیاتِ بینات کو اپنا سرچشمۂ استدلال بنایا، پھر سنتِ نبویہ کے انوار سے اپنی بحثوں کو مزین فرمایا، اور صحابۂ کرام و تابعینِ عظام کے اجماعی آثار کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا۔

اصول الشاشی کے مصادرِ علمی وفقہی مآخذ

مزید برآں جب ہم کتاب کے صفحات میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام شاشی کے سامنے فقہِ حنفی کے اکابر ائمہ کی عظیم تصانیف بھی موجود تھیں۔ چنانچہ امام ابوزید دبوسی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب "تقویم الأدلة" سے انہوں نے خاص استفادہ کیا، جسے حنفی اصول کے اولین اور اہم ترین مصادر میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح امام ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے اصولی ذخیرے "اصول الکرخی" سے بھی انہوں نے رہنمائی حاصل کی، کیونکہ فقہِ حنفی کے اصولی ڈھانچے کی تشکیل میں امام کرخی کا مقام بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

فقہی تطبیقات اور عملی نظائر کے باب میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم تصانیف "الجامع الکبیر" اور "الجامع الصغیر" بھی امام شاشی کے پیشِ نظر رہیں۔۔۔

انہی کتب سے اخذ کردہ فقہی فروع اور جزئیات کو انہوں نے اصولی قواعد کے ساتھ مربوط کرکے اس انداز میں پیش کیا کہ قاری پر واضح ہوجاتا ہے کہ فقہ اور اصول درحقیقت ایک ہی حقیقت کے دو مختلف پہلو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "اصول الشاشی" میں جگہ جگہ فقہی فروع کو اصولی قواعد پر منطبق کرنے کا حسین اسلوب دکھائی دیتا ہے۔۔۔۔

امام شاشی کا علمی منہج اور فقہی بصیرت

امام شاشی کا منہج خالص حنفی اصولیین کا منہج ہے جسے "تخریجِ الفروع علی الاصول" کہا جاتا ہے۔ آپ پہلے فقہائے احناف کے متفقہ اور مسلمہ فروع و جزئیات کو سامنے رکھتے ہیں، پھر ان سے اصول و قواعد کا استنباط کرتے ہیں، نصوص کے علل و اسباب پر گفتگو فرماتے ہیں، اور جہاں دلائل میں تعارض پیدا ہوتا ہے وہاں قوتِ دلیل اور وجوہِ ترجیح کی روشنی میں راجح موقف کو واضح کرتے ہیں۔ یہی اسلوب اس کتاب کو محض نظری مباحث سے نکال کر عملی فقہی بصیرت کا خزانہ بنادیتا ہے۔۔

اسی علمی رسوخ اور فقہی مہارت کی بنا پر امام شاشی رحمہ اللہ کا شمار مجتہدین کی تیسری طبقات یعنی "اصحابِ تخریج" میں کیا جاتا ہے۔ یہ وہ بلند مرتبہ علماء ہوتے ہیں جو اپنے امام کے اصول و قواعد کی روشنی میں نئے مسائل کا

استنباط اور قدیم مسائل کی تخریج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس طبقے میں امام ابو الحسن کرخی اور فخر الاسلام بزدوی جیسے اکابر بھی شامل ہیں، جنہوں نے فقہِ حنفی کی علمی عمارت کو استحکام بخشا۔

اصول الشاشی کے علمی رموز و اشارات

اصول الشاشی کا ایک نہایت لطیف اور دل آویز پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی علمی گفتگو میں چند ایسی اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں جو محض الفاظ نہیں بلکہ اپنے پیچھے ایک پورا علمی پس منظر اور فقہی روایت رکھتی ہیں۔ جو طالبِ علم ان اصطلاحات سے واقف ہو جاتا ہے، اس کے لیے کتاب کے دقیق مباحث نہایت سہل اور واضح ہو جاتے ہیں، اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مصنف خود اس کا ہاتھ پکڑ کر علمی منازل طے کرا رہے ہوں۔

چنانچہ جب امام شاشی رحمہ اللہ "قال أصحابنا" فرماتے ہیں تو اس سے مراد فقہِ حنفی کے وہ تین آفتابِ علم ہوتے ہیں جن کی آراء پر حنفی فقہ کی عظیم عمارت قائم ہے، یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ۔ گویا مصنف ایک ہی جملے میں پوری حنفی فقہی قیادت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

اور جب دورانِ بحث "فإن قیل" کے الفاظ آتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب ایک علمی اعتراض یا اشکال وارد کیا جا رہا ہے۔ عموماً اس سے مراد شافعیہ کی جانب سے پیش کیا جانے والا اعتراض ہوتا ہے۔ گویا علمی مناظرہ کی مجلس سجتی ہے اور مخالف نقطۂ نظر کو پورے وقار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے فوراً بعد جب مصنف "قلنا" فرماتے ہیں تو درحقیقت یہ احناف کی جانب سے اس اعتراض کا مدلل اور محققانہ جواب ہوتا ہے۔ یہ لفظ کتاب میں حنفی موقف کا ترجمان اور مذہبِ احناف کی آواز بن کر سامنے آتا ہے۔

اسی طرح جب عبارت میں "عندہ" کا لفظ آئے تو اس سے مراد امام شافعی رحمہ اللہ ہوتے ہیں۔ گویا مصنف اختصار کے ساتھ شافعی مذہب کا موقف نقل فرما رہے ہوتے ہیں۔

اور جب "عندنا" کہا جائے تو اس سے مراد فقہائے احناف کا مختار اور معتمد موقف ہوتا ہے۔ یہ لفظ گویا پورے مکتبۂ فقہِ حنفی کی نمائندگی کرتا ہے اور مذہب کے راجح قول کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

نیز اگر کسی مقام پر "قال فی الجامع" کے الفاظ نظر آئیں تو اس سے مراد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی مشہور و معروف کتاب "الجامع الکبیر" ہوتی ہے، جو فقہِ حنفی کے بنیادی مصادر میں شمار کی جاتی ہے۔

اور جب امام شاشی "قلنا جمیعاً" فرماتے ہیں تو یہ علمی اتفاق و اتحاد کی ایک دلکش تصویر پیش کرتا ہے، کیونکہ اس سے مراد وہ مقام ہوتا ہے جہاں احناف اور شوافع دونوں ایک ہی موقف پر متفق ہوتے ہیں۔ گویا اختلاف کی فضاؤں میں اتفاق کا ایک خوشگوار جھونکا محسوس ہوتا ہے۔

اسی طرح "قال مشایخنا" ایک نہایت اہم اصطلاح ہے۔ اس سے مراد ماوراء النہر کے وہ جلیل القدر حنفی مشائخ ہوتے ہیں جنہوں نے فقہ و اصول کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا، جیسے سمرقند، بخارا، تاشقند اور دیگر علمی مراکز کے اکابر علماء۔ ان میں بالخصوص امام ابو منصور ماتریدی اور قاضی ابو زید دبوسی رحمہما اللہ جیسے نامور ائمہ شامل ہیں۔ گویا اس اصطلاح کے ذریعے مصنف ماوراء النہر کی پوری علمی روایت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

اور جب "قال علماؤنا" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو اس سے مراد کسی ایک خطے یا چند مخصوص علماء کی رائے نہیں ہوتی بلکہ تمام فقہائے احناف مراد ہوتے ہیں، خواہ ان کا تعلق کوفہ کے اولین ائمہ سے ہو یا ماوراء النہر کے متاخرین مشائخ سے۔ یہ اصطلاح درحقیقت پوری حنفی علمی روایت اور اس کے جمہور اہلِ علم کی نمائندہ ہوتی ہے۔

الغرض، "اصول الشاشی" کی یہ اصطلاحات محض چند فنی تعبیرات نہیں بلکہ فقہِ حنفی کی صدیوں پر محیط علمی روایت کے رموز و اشارات ہیں۔ جو طالبِ علم ان اصطلاحات کے مفاہیم سے آشنا ہو جائے، اس کے لیے کتاب کے ابواب گویا خود بخود کھلنے لگتے ہیں اور مصنف کے مقاصد تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابرِ اہلِ علم ہمیشہ طلبہ کو کتاب کے آغاز ہی میں ان اصطلاحات سے واقفیت حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔۔۔

شروحات وحواشی

کسی علمی کتاب کی عظمت کا ایک معیار یہ بھی ہوتا ہے کہ بعد کے علماء اس کی شرح و توضیح کی طرف کس قدر متوجہ ہوتے ہیں۔ جو کتاب محض اپنے عہد تک محدود رہ جائے، وہ تاریخ کے اوراق میں تو محفوظ رہتی ہے، مگر جو کتاب صدیوں تک اہلِ علم کی توجہات کا مرکز بنی رہے، اس پر شروح، حواشی، تعلیقات اور تحقیقات کا سلسلہ جاری رہے، تو یہ اس کے علمی مقام، مقبولیتِ عامہ اور افادیتِ تامہ کی روشن دلیل ہوتی ہے۔

"اصول الشاشی" بھی انہی خوش نصیب کتب میں سے ہے جنہیں علماءِ امت نے ہر دور میں اپنی توجہات سے نوازا۔ چنانچہ جب یہ مختصر مگر نہایت جامع متن مدارسِ اسلامیہ میں درس و تدریس کا حصہ بنا تو اہلِ علم نے اس کے دقیق مباحث کو مزید واضح کرنے، اس کے اشارات کو کھولنے اور اس کے اسرار و دقائق کو نمایاں کرنے کے لیے متعدد

شروحات وحواشی قلم بند فرمائے۔یوں اس کتاب کے گرد ایک عظیم علمی سرمایہ وجود میں آیا جس نے صدیوں سے طالبانِ علم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

ان شروحات میں سب سے نمایاں **شرح مولانا محمد بن حسن خوارزمی المعروف شمس الدین شاشی** کی ہے، جو اپنے زمانے کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے نہایت محققانہ انداز میں "**اصول الشاشی**" کے مباحث کو واضح کیا اور ان کے علمی نکات کی تشریح فرمائی۔ آپ کی یہ گراں قدر شرح 781 ہجری میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور اہلِ علم میں خاصی مقبول ہوئی۔۔

اس شرح نے متن کے اجمال کو تفصیل اور اس کے اختصار کو وضاحت کا جامہ پہنایا، جس کے باعث طلبہ اور مدرسین دونوں کو یکساں فائدہ حاصل ہو گا۔۔۔۔

اسی سلسلۂ شروح میں "فصول الحواشی شرح اصول الشاشی" اور معدن الاصول شرح اصول الشاشی کا نام بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شرح اپنے علمی نکات، دقیق تحقیقات اور اصولی مباحث کی گہرائی کے اعتبار سے اہلِ علم میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

اسی طرح **شیخ ولی الدین فرفور بن محمد صالح** کی مایۂ ناز تصنیف "الشافی علی اصول الشاشی" بھی اس کتاب کی خدمت میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ مصنف نے اس شرح کو اس انداز میں مرتب کیا کہ طالبِ علم کے لیے کتاب کے پیچیدہ مقامات شافی اور کافی ہو جائیں۔ عبارت کی توضیح، علمی اشکالات کا حل اور اصولی مباحث کی عمدہ تشریح اس شرح کا نمایاں وصف ہے۔

نیز **شیخ محمد برکت اللہ لکھنوی** رحمۃ اللہ علیہ نے "**اصول الشاشی**" پر "احسن الحواشی علی اصول الشاشی" کے نام سے ایک نہایت مفید اور معیاری حاشیہ تحریر فرمایا۔ یہ حاشیہ اپنے نام کی طرح واقعی "**احسن**" ہے، جس میں مصنف نے مشکل عبارات کی تشریح، اصولی نکات کی توضیح اور مختلف مقامات پر علمی فوائد کا ایسا گراں قدر ذخیرہ جمع کر دیا ہے جو طالبِ علم کے فہم و ادراک میں نمایاں اضافہ کرتا ہے۔ برصغیر کے مدارس میں یہ حاشیہ خاص طور پر معروف و مقبول رہا ہے۔۔۔۔

الغرض "اصول الشاشی" علمِ اصولِ فقہ کی دنیا میں ایک ایسا مختصر مگر نہایت وقیع علمی شاہکار ہے جس میں قرآن و سنت کے انوار، ائمہ احناف کی فقہی بصیرت، ماوراء النہر کے مشائخ کی علمی روایات اور صدیوں کی اصولی تحقیقات

ایک حسین گلدستے کی صورت میں جمع ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے مدارس میں صدیوں سے یہ کتاب درس و تدریس کا حصہ ہے اور آج بھی طالبانِ علومِ دینیہ کے لیے علمِ اصول کے دروازے کھولنے والی اولین اور اہم ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔

2026-06-3